جعفر طاہر: احوال و آثار

ڈاکٹر سلیم تقی شاہ

Saleem Taqi Shah

Ph.D Urdu,

Govt. College University, Faisalabad.

پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان

Prof. Dr. Muhammad Asif Awan

Chairman, Department of Urdu,

Govt. College University, Faisalabad.

Abstract:

"Jafar Tahir is considerd one of those few poets of urdu literature who are the emblem of some genre of lliterature. There is no remarkable tradition of writing cantos before him. Jafar Tahir achieves such an excellence in writing Cantos that no one is at par with him, neither from his predeccesors nor from his successors. Althogh N.M. Rashid also wrote some Cantos but no one can equal Jafar Tahir in this regard. Most of the critics' opnion on Jafar's poetry is mainly impressionistic, that they have just treated him as a poet of Cantos and they have not bothered to look at his excellent work in 'Ghazal' and 'Nazam'. Jafar Tahir's work has been published in the most prestigious literary editions of his age."

علاقائی ادب اس چشمے کی مانند ہوتا ہے جو کسی بڑے دریا کا روپ دھار لیتا ہے، جیسے ویری ناگ کا چشمہ آگے جا کر دریائے جہلم بن جاتا ہے، سرزمین جھنگ سے بھی کئی ایسے سوتے پھوٹے جو ادب کے مرکزی دریا کا حصہ بن گئے، جن میں مجید امجد، شیر افضل جعفری، عبدالعزیز خالد، معین تابش، خضر تمیمی، صاحبزادہ رفعت سلطان، نذیر ناجی، محمود شام، خواجہ محمد زکریا اور جعفر طاہر کے نام خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔

جعفر طاہر کا شمار اردو ادب کے ان معدودے چند شعرا میں ہوتا ہے جن سے کسی صنف کو پہچان ملی، ورنہ بالعموم تو اس کے برعکس ہوا ہے کہ صنف سے ادیب پہچانے گئے ہیں۔ جیسے میر انیس نے مرثیے کو پہچان دی، سودا نے قصائد و ہجویات کو عزت

بخشی، میر، غالب اور اقبال نے اپنے منفرد لہجے، اپنی مخصوص فکر اور یکسر الگ موضوعات کے انتخاب سے جہاں غزل کی کلاسیکی روایت کو تقویت دی وہاں اسے ایک الگ پہچان سے بھی نوازا۔ یہی وجہ ہے کہ متذکرہ بالا تینوں شعرا کو اپنی اپنی صدی کی منفرد آواز قرار دیا جاتا ہے۔

اسی طرح سانیٹ کو اختر شیرانی نے اور جدید اردو نظم کو راشد، میرا جی اور مجید امجد نے عزت و پہچان دی بعینہٖ جعفر طاہر نے اردو میں صنف کینٹو کو پہچان آشنا کیا۔ یہاں یہ امر قابلِ صراحت ہے کہ متذکرہ بالا، بالخصوص شعرائے غزل کے سامنے تو غزل کی ایک بھرپور روایت موجود تھی کہ انھوں نے صرف اس روایت سے استفادے کے بعد اس میں اپنی انفرادیت سے مختلف سطحوں پر اضافے بھی کیے لیکن جعفر طاہر سے پہلے اردو ادب میں صنف کینٹو کی کوئی قابلِ ذکر روایت موجود نہیں تھی۔ انھوں نے نہ صرف اس روایت کا تخلیقی سطح پر آغاز کیا بلکہ اسے وہ رفعت و بلندی عطا کی کہ ان کے معاصرین کجا ان کے متاخرین میں بھی کوئی، اس میدان میں ان کی ہم سری نہ کر سکا۔ اگرچہ ڈاکٹر انور سدید کے بہ قول:

> ''اردو ادب میں کینٹو کا اولین تعارف جعفر طاہر نے نہیں کرایا۔ یہ اعزاز سیّد ہادی حسن کو حاصل ہے۔۔۔اس سے جعفر طاہر کے اعزاز کی توقیر کم نہیں ہوتی، وہ اردو کا پہلا شاعر تھا جس نے کینٹو کے مزاج کو سمجھا اور صنفِ ادب کو تخلیقی سطح پر قبول کیا۔''(۱)

ہر چندن۔م راشد نے بھی کینٹو میں طبع آزمائی کی لیکن اس میدان میں دور دور تک جعفر طاہر کا کوئی مدِّ مقابل نظر نہیں آتا لہٰذا وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ کینٹو کو تخلیقی سطح پر آغاز و عروج دونوں ہی جعفر طاہر کے ہاتھوں نصیب ہوئے۔

جعفر طاہر مزاجاً انفرادیت پسند تھے۔ ان کی یہ انفرادیت پسندی جہاں صنف کینٹو کے انتخاب میں نظر آتی ہے وہاں دیگر اصناف میں بھی جلوہ گر ہے۔ مثال کے طور پر قصائد ہی کو لے لیجیے۔ ان میں بھی جعفر طاہر شخصیات کے انتخاب میں انفرادیت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ خاندانِ رسول مقبول ﷺ کی چند برگزیدہ شخصیات کو اردو قصیدہ کی روایت میں پہلی بار جعفر طاہر نے اپنا ممدوح بنایا ہے۔ یہ شرف آج تک کسی دوسرے قصیدہ گو کو حاصل نہ ہوا۔

''سلسبیل''، میں حضرت ہاشمؓ، حضرت عبدالمطلبؑ، حضرت ابوطالبؑ، حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، حضرت جعفر صادقؑ اور امام مہدیؑ کی مدح کی گئی ہے۔

خالص علمی معاملات ہوں یا ادبی جانچ پرکھ، ہمارا غالب رجحان تجزیاتی کم اور تاثراتی زیادہ رہا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ہم کسی کثیر الجہات ادیب کو بھی محض اسی زاویہ نظر سے دیکھنے کے عادی ہو گئے ہیں جو عوامی تاثرات کی بدولت اس کے لیے مخصوص ہو چکا ہوتا ہے۔ اس طرح ہم ان تمام پہلوؤں سے دانستہ صرفِ نظر کرتے ہیں جو ایک کثیر الجہات ادیب میں موجود ہوتے ہیں اور محض اسی ایک پہلو پر اکتفا کر لیتے ہیں جو اس فنکار کے لیے متعین ہو چکا ہوتا ہے یوں اس فنکار کے دیگر تمام پہلو، چاہے وہ کسی ادبی روایت میں کتنے ہی اہم اضافے کا موجب ہی کیوں نہ ہوں ان کو اہمیت نہیں دیتے۔ جعفر طاہر کے معاملے میں بھی ہمارے بیش تر ناقدین کا رویہ تاثراتی ہی رہا ہے کہ انھیں محض کینٹوز کا شاعر کہہ کر نپٹا دیا گیا اور یہ دیکھنے کی زحمت ہی نہیں کی گئی کہ جعفر طاہر نے کینٹوز کے علاوہ غزل اور نظم میں بھی معرکے کا کام کیا ہے۔

جعفر طاہر اپنے عہد کے موقر ادبی رسائل میں باقاعدہ چھپتے رہے جن میں ''ادبی دنیا''، ''نقوش''، ''فنون''،

''اوراق''، ''صحیفہ''، ''سیپ''، ''ہمایوں''، ''ماہِ نو'' اور ''نیرنگِ خیال'' وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

حالاتِ زندگی

۲۹ مارچ ۱۹۱۷ء (۲) کو جھنگ کے ایک دیندار، شریف النفس اور قدرے شاعرانہ ماحول کے حامل گھرانے میں ایک بچہ پیدا ہوا جو بڑا ہو کر ادب کے اُفق پر ایک تابندہ ستارا بن کر چمکا۔ اس بچے کا نام اُس کے دادا سید حسن شاہ نے حق احمد مرتضٰی رکھا لیکن بعد میں اُس کے والد سید نور شاہ نے بدل کر جعفر علی شاہ رکھ دیا۔ (۳) یہی جعفر علی شاہ آگے چل کر ادب کے میدان میں جعفر طاہر کے نام سے مشہور ہوئے۔

جعفر طاہر کا شجرۂ نسب اٹھارویں پشت میں حضرت شیر شاہ جلال سرخ بخاری سے جا ملتا ہے۔ (۴) اُن کے آباؤ اجداد نے تقریباً سو سال قبل اُچ شریف کو چھوڑ کر احمد پور سیال (جھنگ کی تحصیل) کو اپنا مسکن بنایا (۵) اور یہیں کے ہو رہے۔ ۱۹۵۰ء میں جعفر طاہر کے والد سید نور شاہ احمد پور سیال سے ہجرت کر کے جھنگ شہر میں آباد ہو گئے۔ اس کی مختلف وجوہات بتائی جاتی ہیں۔ پروین اختر اپنے مقالے ''جعفر طاہر۔۔۔ احوال و آثار'' میں لکھتی ہیں:

> ''اسی معتبر، باعزت اور دیندار گھرانے کے ایک فرد کی بے چین طبیعت کو یہاں سکون نہ ملا اور وہ وہاں سے جھنگ شہر میں آیا۔ اس شخص کا نام ''سید نور'' شاہ تھا۔'' (۶)

شیر افضل جعفری اس مراجعت کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ:

> ''ان کے ابّا حضرت کی شادی خانہ آبادی جھنگ شہر میں ہوئی تو ابو طاہر پیر نور شاہ جھنگ کی نگری کے ہو کر رہ گئے۔'' (۷)

صفدر سلیم سیال کا کہنا ہے:

> ''۱۹۵۰ء میں ان کی ایک بیٹی حسنیہ بی بی کو زہر خورانی سے ہلاک کر دیا گیا اور یہی واقعہ۔۔۔ سید نور شاہ کی مستقل جھنگ ہجرت کا سبب بنا۔'' (۸)

صفدر سلیم سیال کے بیان کردہ واقعہ کی تصدیق میں سلیم تقی شاہ لکھتے ہیں:

> ''واقعہ کی تصدیق احمد پور سیال کے رہائشی غلام عباس خان (ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر) کے ون ایکٹ پلے ''حسنیہ'' سے بھی ہوتی ہے جو انھوں نے ایمرسن کالج ملتان کے مجلّہ ''نخلستان'' (۱۹۵۴-۵۵ء) کے لیے لکھا اور اس ڈرامے میں تمام واقعے کو بڑی فن کارانہ مہارت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ بیٹی کے قتل کے بعد سید نور شاہ نے احمد پور سیال کو خیر باد کہا اور جھنگ سٹی میں مستقل سکونت اختیار کی۔'' (۹)

لہٰذا صفدر سلیم کے بتائے گئے واقعہ میں حقیقت جھلکتی نظر آتی ہے۔ سید جعفر طاہر کے والد، سید نور شاہ پٹواری تھے۔ وہ بطور پٹواری جھنگ، رحیم یار خان اور ریاست بہاولپور میں تعینات رہے۔ ۱۹۱۲ء میں سید نور شاہ کی شادی اُن کے ایک عزیز سید نور شاہ کی بیٹی مبارک بی بی سے ہوئی۔ (۱۰) جعفر طاہر کی والدہ مبارک بی بی کی تعلیم پرائمری تک تھی۔ لیکن اُن کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ انھیں گفتگو کرنے کا سلیقہ آتا تھا۔ اُن کے بارے میں پروین اختر لکھتی ہیں:

''گلستان و بوستان پر عبور رکھتی تھیں اور ان کی زبان بڑی شستہ اور فصیح تھی۔ اتنی خوش گفتار تھیں کہ بات کرتیں تو گویا منہ سے پھول جھڑتے اور سننے والے جھولیاں بھر بھر کر لے جاتے۔۔۔ وہ شاعرہ تو نہیں تھیں، لیکن مزاج قدرے شاعرانہ اور عالمانہ تھا۔'' (۱۱)

جعفر طاہر کو خوش گفتاری اور شوق مطالعہ ماں کی طرف سے ورثے میں ملا تھا۔ اُن کے شاعرانہ مزاج کی تربیت ان کی والدہ کے زیر اثر ہوئی تھی۔ جس میں وقت کے ساتھ ساتھ نکھار آتا چلا گیا۔ راقم کے مطابق:

''جعفر طاہر کا فارسی زبان سے لگاؤ، مطالعے کی عادت اور شاعرانہ مزاج کو جلا بھی والدہ ہی کی صحبت نے بخشی۔'' (۱۲)

خدا نے جعفر طاہر کو حافظہ اور ذہانت جیسی صلاحتیں فراخی سے عطا کی تھیں، وہ بچپن ہی سے علم اور وسعت مطالعہ کی کئی منازل طے کر کے اپنے ہم عمر ساتھیوں اور ہم جماعتوں کو بہت پیچھے چھوڑ چکے تھے۔ مطالعہ کتب اُن کا محبوب مشغلہ تھا۔ وہ سکول میں اور گھر میں صرف اور صرف کتابوں میں گم رہتے تھے۔ ظفر علی خان سیال اپنے مقالہ ''جھنگ کے اُردو شعرا'' میں رقم طراز ہیں:

''ماں باپ نے خاندانی شرافت، آبائی علم و غیرت اور سپاہیانہ شجاعت کا رس گوتی میں گھول دیا۔ کسے معلوم تھا کہ بچہ کئی منازل طے کر کے ہفت کشور تسخیر کرے گا اور ہفت آسماں پر کمند ڈالے گا۔'' (۱۳)

شیر افضل جعفری لکھتے ہیں:

''علم و فن کے بحرِ بے پایاں میں اپنی عمرِ عزیز کا جہاز لنگر انداز کر کے بڑی بے تحاشگی سے آبِ کتاب پینا شروع کیا اور مرتے دم تک سبو پہ سبو اور خم پہ خم چڑھاتا رہا لیکن پیاس تھی کہ بجھنے میں نہ آتی تھی۔ حافظہ تھا کہ سیر ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ پنجابی، سرائیکی، سندھی، پوٹھوہاری، اُردو بنگالی، انگریزی، عربی، فارسی، تاریخ، جغرافیہ، نظم، نثر، راگ، نرت، طال، طبلہ غرضیکہ جس زبان جس علم، جس فن، جس ہنر پر بھی دل آیا، اسے انتہا تک حاصل کرنے کی پوری کوشش کی۔۔۔ جو کچھ بھی پڑھا تقریباً یاد تھا حتیٰ کہ کتابوں کے مصنّفین کے اسماء صفحات کی تعداد قیمت اور ملنے کے پتے از بر تھے۔'' (۱۴)

جعفر طاہر تو علم کا سمندر تھے۔ انھوں نے اپنی پوری زندگی کتابوں کے لیے وقف کر دی تھی۔ کتابیں پڑھنے کے ساتھ ساتھ انھیں کتابیں جمع کرنے کا بھی شوق تھا۔ اچھی کتابیں انھیں جہاں سے بھی میسر آتیں انھیں اپنی لائبریری کی زینت ضرور بناتے۔ وہ خود کہتے تھے:

''اس کچے مکان میں پاکستان کی بہترین کتابیں موجود ہیں۔'' (۱۵)

جعفر طاہر نے پرائمری تعلیم ایم۔ بی پرائمری سکول جھنگ شہر سے حاصل کی۔ مڈل کا امتحان ایم۔ بی مڈل سکول جھنگ شہر سے پاس کیا۔ میٹرک اور ایف۔ اے کا امتحان گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج آدھیوال جھنگ (جو اَب گورنمنٹ کالج جھنگ کے نام سے جانا جاتا ہے) سے پاس کیا۔ (۱۶)

انھوں نے ۱۹۳۹ء میں منشی فاضل کا امتحان پاس کیا اور ادیب فاضل کے امتحانات بھی پاس کیے اور ۱۹۴۰ء میں بی۔اے کا امتحان بطور پرائیویٹ امیدوار کے پاس کیا اور پھر ٹریننگ سنٹر ملتان میں ٹیچر بھرتی ہو گئے۔(۱۷)

جعفر طاہر ۱۹۴۳ء میں آرمی ایجوکیشن سکول پنج مری کورس کرنے گئے تو وہاں وہ جونیئر کمیشنڈ آفیسر منتخب ہوئے۔(۱۸) چند دن یہیں پر بطور انسٹرکٹر خدمات سرانجام دیں، بعد ازاں کچھ عرصے کے لیے انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ میں بھی کام کیا۔ جب ایجوکیشن آفیسر مقرر ہوئے تو ۱۹۴۶ء میں سنگاپور میں تعینات کر دیے گئے۔(۱۹)

سنگاپور سے واپسی کے بعد ملتان میں بطور ایجوکیشن آفیسر اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ملتان سے ان کا تبادلہ آرمی سکول آف ایجوکیشن لوئر ٹوپہ مری ہو گیا۔ ۱۹۴۸ء میں یہاں سے تبادلہ کوئٹہ ہو گیا۔ وہاں تین سال بطور ایجوکیشن آفیسر کام کرتے رہے۔۱۹۵۰ء میں ان کا تبادلہ جہلم میں اور ۱۹۵۴ء میں دوبارہ مری ہو گیا۔یہیں پر پہلے صوبیدار میجر اور بعد میں لیفٹیننٹ کیپٹن کے عہدے پر ترقی ملی۔۱۹۶۶ء میں یہیں سے انھوں نے فوج کو خیر باد کہا اور طاہر آباد جھنگ میں مستقل رہائش اختیار کی۔(۲۰)

ریٹائرمنٹ کے بعد مالی پریشانیوں نے انھیں دوبارہ ملازمت کرنے پر مجبور کر دیا اور وہ ریڈیو پاکستان راولپنڈی سے وابستہ ہو گئے اور آخری دم تک اس فریضے کو انجام دیتے رہے۔

پروین اختر اپنے مقالے ''جعفر طاہر۔۔۔احوال و آثار'' میں لکھتی ہیں کہ خلیل طاہر صاحب E.P.P.I نے مجھے ایک انٹرویو جو کہ ۱۷ فروری ۱۹۸۶ء کو راولپنڈی میں کیا گیا، میں بتایا کہ:

> ''فوجی بھائیوں کا پروگرام ریڈیو کا ایک ایسا احساساتی اور نفسیاتی سوچ کا پروگرام ہوتا ہے اور ایسے لوگوں کو اس کا انچارج بنایا جاتا ہے جو زبان و بیان پر قدرت رکھتے ہوں اور اپنے پروگرام کی نوعیت کے مطابق فیچر، انشائیے اور نغمے پیش کر سکیں جعفر صاحب کئی برس تک یہ پروگرام کرتے رہے اور بڑی کامیابی سے کرتے رہے۔''(۲۱)

جعفر طاہر کے لڑکپن کے واقعات میں سے ایک واقعہ اُن کے اغوا کا بھی ہے واقعہ کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی کیونکہ مقدمے کا فائل دستیاب نہیں ہے۔راقم کے مطابق:

> ''ایف۔اے کے بعد جعفر طاہر کو اغوا کر لیا گیا۔کس نے اور کیوں کیا؟ تفصیل اور وجوہ معلوم نہیں ہو سکیں۔تاہم۔۔۔جعفر طاہر ایک سے چھ ماہ تک ملزمان کی قید میں رہے۔''(۲۲)

پروین اختر لکھتی ہیں:

> ''قرین قیاس یہ معلوم ہوتا ہے کہ جعفر طاہر ۱۹۳۸ء میں اغوا ہوئے ہوں گے۔''(۲۳)

جعفر طاہر کی شادی تعلیمی مراحل مکمل کرنے کے فوراً بعد ۱۹۴۱ء میں ریاض بتول (جو کہ اُن کی چچازاد تھی) سے ہو گئی۔ پروین اختر لکھتی ہیں:

> ''جعفر طاہر کی شادی ۱۹۴۱ء میں ہوئی۔ان کی شخصیت کا یہ بھی ایک پہلو ہے کہ انھوں نے ایسی لڑکی سے شادی کرنا پسند کی جو کہ علم سے نابلد تھی۔۔۔اُن کی بیوی کا نام ریاض بتول ہے۔لیکن میکے میں ان کا نام ''نور فاطمہ'' تھا لیکن جعفر طاہر نے پھر ان کو ''ریاض بتول'' کا

نام دے دیا اور ہمیشہ ''رضو'' کے نام سے پکارتے رہے۔'' (۲۴)

جعفر طاہر کے پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ان کے بیٹوں کے نام محمد کاظم حسین بخاری، محمد رضا حسین بخاری، محمد تقی، محمد قاسم تقی، اور حسن عسکری ہیں۔ان کی بیٹیوں کے نام ندیم طاہر، ام لیلیٰ، اُمّ رباب اور نرجس فاطمہ ہیں۔ جعفر طاہر کو اپنی بیٹی ندیم طاہر سے والہانہ لگاؤ تھا۔اس کے علاوہ وہ اپنی بیوی سے بھی بہت محبت کرتے تھے۔اُن کی وفات کے وقت بھی اُن کی بیوی اور بیٹی ندیم طاہر اُن کے پاس موجود تھیں۔

جعفر طاہر نے اپنی اولاد کے ساتھ ہمیشہ نرمی کا برتاؤ کیا۔اس نرمی کا اُن کے بچوں پر منفی اثر ہوا اور وہ زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ گئے۔ وہ اپنی شاعری میں اس قدر منہمک تھے کہ انھوں نے بچوں کی تعلیم و تربیت کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ بچوں کی عیالداری زیادہ تر اُن کی بیگم کے سپرد تھی۔ پروین اختر نے اپنے مقالے میں لکھا ہے کہ اُن کے چچا سید کرم حسین شاہ کا کہنا ہے:

> ''اسے خودداری سمجھیں یا اپنے فرائض سے لاپروائی سمجھیں کہ نہ تو وہ اولاد کو صحیح تربیت دے سکے اور نہ ہی کسی اور کو اعلیٰ ملازمت دلوا سکے۔کبھی ملازمت کے لیے سفارش نہ کی۔ زیادہ وقت شاعری پر ہی صرف کرتے تھے۔۔۔ چونکہ کثیر الاولاد تھے اور اخراجات کے بارے میں اتنے غیر محتاط تھے کہ ہمیشہ مقروض ہونے کی حد تک تنگ دست رہے۔'' (۲۵)

جعفر طاہر بچوں کی تربیت کے سلسلے میں اپنی بیوی پر انحصار کرتے تھے۔ بچوں کی محبت اُن کے وجود میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اس لیے وہ بچوں پر سختی نہیں کر سکتے تھے۔اُن کے بچوں میں سے کوئی بھی اعلیٰ تعلیم حاصل نہیں کر سکا اور نہ ہی انھیں ادب سے لگاؤ ہے۔ شفیع ہمدم رقم طراز ہیں:

> ''ان کی اولاد میں سے کسی کو بھی ادب سے رتی بھر لگاؤ نہیں ہے اور نہ ہی انھیں اس بات پر فخر ہے کہ وہ اتنے بڑے باپ کے بیٹے ہیں۔ وہ عام دنیا داروں کی طرح سوچتے ہیں کہ ان کے باپ نے ان کے لیے کتنی جائیداد چھوڑی ہے۔جعفر طاہر کا بہت سا کلام ان کے پاس محفوظ ہے مگر وہ اسے کتابی شکل میں شائع کروانے کے لیے معاوضہ طلب کرتے ہیں۔'' (۲۶)

اِنسان کی شخصیت اس کے داخلی اور خارجی ماحول کے زیرِ اثر تشکیل پاتی ہے۔جعفر طاہر ایک حساس شاعر جذباتی فن کار اور زندہ دل انسان تھے۔ان کی شخصیت کی تشکیل میں جتنا ہاتھ گھریلو ماحول کا ہے اتنا ہی اثر اس ماحول کا بھی ہے جس میں وہ پلے بڑھے، کھیلے کودے، تعلیم حاصل کی اور جوان ہوئے پھر روزگار کے سلسلہ میں جہاں جہاں گئے وہاں کی فضا کا اثر بھی قبول کیا لیکن بعض عادات انھیں ورثے میں ملیں اور آگے چل کر اُن کی شخصیت کا جزو لاینفک بن گئیں۔ والدہ کی طرف سے انھیں شاعرانہ مزاج، سادگی اور خوش گفتاری ملی اور والد کی طرف سے سخت مزاجی، انانیت اور شدت پسندی ملی۔

جعفر طاہر پہلی نظر میں دیکھنے والے کو بالکل بھی متاثر نہیں کرتے تھے۔اُن کی قامت منحنی اور دبلی پتلی تھی۔ رنگ گہرا سیاہ، چہرہ آبنوسی، اور مونچھیں اُن کی داخلی انا اور بے پناہ قوت کی بھرپور عکاس تھیں۔جعفر طاہر اپنا حلیہ یوں بیان کرتے ہیں:

> ''لانبا قد، کالا سیاہ رنگ، بہ قول غالب اگر توے پر عکس پڑے تو آئینہ حلب ہو جائے۔ زرد، زرد بیمار آنکھیں، پتلے پتلے اور تیکھے خدوخال جوانانِ جھنگ کی روایتی جوانیوں اور کہانیوں

کے برعکس وطن اور اہلِ وطن دونوں کے لیے رسوائی اور بدنامی کا باعث ہوں۔''(۲۷)

اپنی ایک غزل کے مقطع میں لکھتے ہیں:

طاہر سیاہ فام ہوئے ہم تو غم نہیں
روشن ہمارے نام سے نامِ سخن ہوا(۲۸)

انتظار حسین لکھتے ہیں:

''لمبا قد، جسم سینک سلائی، رنگ کالا، دانت بڑے بڑے، ناصر کاظمی نے کہا کہ اس شخص کی شاعری تم سنو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔''(۲۹)

یہی آبنوسی چہرے۔۔۔ مخنی اور کمزور جسم والا شاعر آسمانِ ادب پر ایک تابندہ ستارہ بن کر چمکا اور اپنی شاعری کی ضیا پاشیوں سے اپنے چہرے کی سیاہی کو اس طرح چھپا دیا کہ لوگوں کی توجہ ان کے چہرے پر نہ رہتی تھی۔ وہ اپنے لفظوں کے ذریعے سننے والوں پر ایسا سحر کر دیتا ہے کہ وہ ان کی گفتگو کے فسوں میں گرفتار ہو جاتے۔ یہ معمولی شکل وصورت والا انسان اپنی غیر معمولی گفتگو سے دوسروں کے دامن کو مالا مال کر دیتا۔

جعفر طاہر کو مذہب سے گہرا لگاؤ تھا۔ انھوں نے مذہب اسلام کا بڑا گہرا اور وسیع مطالعہ کیا تھا۔ فرقہ واریت اور مذہبی تنگ نظری سے اُن کا دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ ان کی مذہبی شاعری ایک روشن خیال انسان کی شاعری ہے جو انسان کو انسان سے محبت کرنا سکھاتی ہے۔ اُن کی مذہبی شاعری، مذہب سے لگاؤ، محمد ﷺ رسول اللہ سے عشق، اہلِ بیت سے عقیدت ومحبت اور اصحاب ثلاثہ سے احترام وعقیدت سکھاتی ہے۔ ارشد جاوید نے پروین اختر کو ایک ملاقات میں بتایا کہ:

''جعفر طاہر سے کسی نے سوال کیا کہ آپ مسلمانوں کے ۷۲ فرقوں میں سے کس کے مقلد ہیں تو انھوں نے جواب دیا تھا کہ میں ۷۲ فرقوں ہی سے متفق ہوں۔''(۳۰)

حبیبِ کبریا حضرت محمد ﷺ کی شان میں جعفر طاہر لکھتے ہیں:

نہ جلوہ گاہِ خطا میں نہ دل ختن میں لگے
ہمارا دل توشہِ دیں کی انجمن میں لگے(۱۳)

اصحابِ ثلاثہ کی شان میں یوں رطب اللسان ہیں:

ھمہ صحابش عظیم و ذیشان
وفا طراز و وقارِ ایمان
حضرت عمرؓ زور ناتوانان
امیرِ عثمانؓ کہ مشعلِ شام
از رخشِ مثلِ روز رخشان(۳۲)

جعفر طاہر کو بچپن ہی سے شعر وشاعری سے دلچسپی تھی۔ پڑھنے پڑھانے کا شوق اس قدر تھا کہ سکول میں وہ اپنے ہم جماعتوں سے الگ تھلگ کسی گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر کتابوں سے فیض حاصل کرتے۔ شام کو کتابیں اُٹھا کر کھیتوں میں نکل جاتے اور

ہوائے تازہ کے ساتھ ساتھ علم کی خوشبو سے بھی مشامِ جان کو معطر کرتے۔ ماں کی شاعرانہ صحبتوں کا اثر بھی اُن پر بچپن ہی سے تھا۔ اُن کی ماں نے بچپن ہی میں انھیں سعدی کی گلستان اور بوستان پڑھا دی تھیں۔ پروین اختر اپنے مقالے میں لکھتی ہیں کہ جعفر طاہر کی بیٹی ندیم طاہر نے ایک ملاقات میں بتایا کہ:

''میری دادی اماں نے میرے والد کی ایسی تربیت کی کہ انہیں ''گلستانِ سعدی'' اور ''بوستانِ سعدی'' کی بچپن ہی میں تعلیم دی۔ دادی اماں کا میرے والد کے شاعر بننے میں پورا پورا ہاتھ ہے۔''(۳۳)

انھوں نے ساتویں جماعت میں ریت کے ٹیلے پر بیٹھ کر پہلا شعر کہا تھا:

میں اک ریت کے ٹیلے پر بیٹھ کر سوچ رہا ہوں
ایسا بھی ہے کوئی جو مجھے اپنا بنا لے(۳۴)

یہیں سے جعفر طاہر کی شاعری کا آغاز ہوا۔ جب وہ نویں جماعت میں پہنچے تو انھوں نے دوسرا شعر کہا:

حنائی ہاتھ جو پھیرا دراز زلفوں پر
سلجھ کے رہ گئیں سب گتھیاں زمانے کی(۳۵)

یہاں سے اُن کی شاعری کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے۔ غضنفر مہدی لکھتے ہیں:

''دریائے چناب کے کنارے پھیلے ہوئے رومان پرور بیلے میں جعفر طاہر اپنے ساتھیوں کے ساتھ ڈھور ڈنگر چراتے، رانجھے کی طرح بنسری بجاتے، گیت اور ڈھولے گاتے، جھومر ڈالتے، ماھیے، کبڈی کھیلتے اور دریا سے اُٹھنے والی موسیقی سنتے جوان ہوا۔۔۔قدرت نے بھی نہایت فیاضی کے ساتھ اسے علم و دانش، جمالیاتی احساس، حاضر جوابی، جذبہ کی سچائی، تخیل کی بلند پروازی عطا کی۔ تحصیلِ علم میں اس محنتی طالب علم نے بھی کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی تھی۔ سارا سارا دن گاؤں سے باہر شیشموں کی نرم و خنک چھاؤں میں حافظ، عمر خیام، رومی، سعدی، غالب، اقبال، شیکسپیئر، ملٹن، کیٹس، ورڈز ورتھ اور اس قبیلے کے دوسرے دانشوروں کے مطالعہ میں غرق رہتا تھا۔ طبیعت بھی موزوں پائی تھی۔ اساتذہ کے ہزاروں اشعار از بر تھے۔ بچپن سے شعر کہنا شروع کر دیے۔ ماحول نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔''(۳۶)

اس طرح ماں کا جعفر علی شاہ، جعفر طاہر بن گیا اور دنیائے شعر و ادب پر چھا گیا۔ حیات خان سیال نے اپنے ایک فیچر میں جو کہ گورنمنٹ کالج جھنگ کے ادبی مجلّے ''کارواں'' ۷۴۔۱۹۷۳ء میں ''جعفر طاہر (ایک تعارف)'' کے عنوان سے شائع ہوا، میں جعفر طاہر کی شاعری کا آغاز ۱۹۴۶ء میں بتایا ہے۔ حیات خاں سیال لکھتے ہیں:

''آپ کی شاعری کا آغاز ۱۹۴۶ء میں ہوا جب آپ ملتان میں تعینات تھے۔ آپ نے ایک غزل کہی اور جعفر شیرازی کے مشورے سے اس دور کے معیاری پرچے 'ادبی دنیا' کو بھیج دی۔''(۳۷)

اُن کی پہلی غزل جو ''ادبی دنیا'' میں چھپی اس کا مطلع یہ ہے:

کوئی حرم سے نکلی ہے کوے بتاں کی راہ
ہائے کہاں پہ آکے ملی ہے کہاں کی راہ(۳۸)

۱۹۴۶ء جعفر طاہر کی شاعری کے آغاز کا سال نہیں ہے البتہ پہلی مرتبہ ''ادبی دنیا'' جیسے مؤقر جریدے میں چھپنے کا سال ہوسکتا ہے۔ ڈاکٹر انور سدید رقم طراز ہیں:

''جعفر طاہر کی ادب میں اولین رونمائی غزل سے ہوئی تھی انھوں نے پہلی مرتبہ چھپوائی تو خاصے پختہ ہو چکے تھے۔۔۔ ان کی پہلی غزل مولانا صلاح الدین احمد کے رسالے ''ادبی دنیا'' میں شائع ہوئی تھی۔''(۳۹)

جعفر طاہر کی شاعری کے آغاز سے متعلق احمد ندیم قاسمی لکھتے ہیں:

''میں جعفر طاہر کو اس وقت سے جانتا ہوں جب ان کی شاعری کا آغاز ہو رہا تھا۔ یہ قیامِ پاکستان سے شاید چار برس پہلے کی بات ہے۔ میں ''پھول'' اخبار کا ایڈیٹر تھا۔۔۔ جعفر طاہر مجھ سے ملنے لاہور آیا۔ اسی شام لطیف فاروقی مرحوم کے ہاں ایک محفلِ شعر کا اہتمام تھا۔ میں جعفر کو بھی ہمراہ لے گیا۔۔۔ شعرا میں مجید لاہوری، مرحوم بھی موجود تھے۔۔۔ دو چار شعرا اپنا کلام سنا چکے اور جعفر طاہر کی باری آئی تو مجید اپنی افتادِ طبع سے مجبور ہوکر اور جعفر طاہر کی سیاہ رنگت، سفید دانتوں اور سرخ آنکھوں سے محظوظ ہو کر کہیں یہ کہہ بیٹھے کہ اچھا تو آپ بھی شاعری فرماتے ہیں۔ بس پھر کیا تھا جعفر طاہر نے۔۔۔ مجید کو ایسی کھری کھری سنائیں کہ ساری محفل سناٹے میں آگئی۔''(۴۰)

غزلیات جعفر طاہر کے مطابق:

''جعفر طاہر قیامِ پاکستان سے دو چار سال پہلے یعنی ۴۴۔۱۹۴۳ء کے آس پاس لاہور آئے اور انھوں نے دو چار شعرا کے بعد اپنا کلام سنایا تھا۔ جس کا صاف مطلب ہے کہ جعفر طاہر کو شعر کہتے ہوئے چند سال گزر چکے تھے۔۔۔ جعفر طاہر کی شاعری کا آغاز بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں ہوا ہوگا۔ مجید لاہوری سے اس طرح کے جھگڑے کا بھی ایک نووارِدِ ادب تو قطعی متحمل نہیں ہوسکتا۔ اس وقت جعفر طاہر کو اپنی اہمیت کا پورا پورا احساس تھا اور یہ احساس ایک دن میں تو پیدا نہیں ہوسکتا۔''(۴۱)

اس لیے یہ بات پورے یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ جعفر طاہر کی شاعری کا باقاعدہ آغاز بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں ہو چکا تھا۔ لیکن ادبی رسائل میں اُن کی شاعری ۱۹۴۶ء سے چھپنا شروع ہوئی۔

اس کے بعد جعفر طاہر کی شاعری اپنے عہد کے مؤقر ادبی جرائد میں باقاعدگی سے چھپتی رہی۔ ان میں ''ادبی دنیا''، ''نقوش''، ''فنون''، ''اوراق''، ''ماہ نو''، ''نیرنگ خیال''، ''صحیفہ''، ''ہمایوں'' اور ''سیپ'' وغیرہ شامل ہیں۔

جعفر طاہر تلمیذ الرحمٰن تھے۔ انھوں نے ادب میں نہ کسی کا سہارا لیا نہ کسی نے انھیں سہارا دیا۔ البتہ احمد ندیم قاسمی، مجید

امجد، شیر افضل جعفری اور یوسف ظفر جیسے شعرا نے اُن کے ذوقِ شعری کو مزید تقویت دی۔

جعفر طاہر کی شخصیت کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ وہ بیک وقت کئی زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ انھیں ''شاعرِ ہفت زبان'' بھی کہا جا سکتا ہے۔ اسی ہفت زبانی کا جیتا جاگتا نمونہ اُن کے شعری مجموعے 'ہفت کشور' اور 'ہفت آسمان' ہیں۔ انھیں اردو، عربی، فارسی، انگریزی، پنجابی، بنگالی اور چینی زبان پر عبور حاصل تھا۔ اس کے علاوہ ہندی، سندھی، جرمن اور فرنچ زبانوں سے بھی واقفیت تھی۔ وہ ان زبانوں میں بلاتکلیف لکھ اور بول سکتے تھے۔ حیات خان سیال لکھتے ہیں:

> ''میں ان کی بے پناہ علمی صلاحیتوں اور وسیع مطالعہ سے اکتسابِ فیض کرتا۔ یوں محسوس ہوتا کہ علم و دانش کا بحرِ بےکراں ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ اردو، عربی، فارسی، انگریزی، بنگالی وغیرہ۔ پر کامل عبور تھا۔'' (۴۲)

جعفر طاہر بسلسلۂ ملازمت پاکستان کے بڑے بڑے شہروں میں مقیم رہے۔ اس کے علاوہ ملائشیا، انڈونیشیا، ملایا، سنگاپور، انڈیا جیسے دیسوں میں بھی گئے۔ وہ فوج کی ملازمت سے بڑے مطمئن تھے کیونکہ اس ملازمت کی بدولت انھیں علم کی تشنگی دور کرنے کے مواقع میسر آئے۔ دورانِ ملازمت انھوں نے آرمی کی سب بڑی بڑی لائبریوں کو کھنگال ڈالا۔

جعفر طاہر تو علم کا بحرِ بیکراں بن گئے تھے۔ اس میں ان گنت وبے بہا گوہر موجود تھے۔ اس شناورِ علم نے سمندرِ علم میں غوطے لگا لگا کر جو گوہر نایاب حاصل کیے وہ انھیں دوسروں میں بانٹتے رہتے تھے۔ پروین اختر لکھتی ہیں:

> ''وسیع مطالعے کے نتیجے میں جعفر طاہر کو دنیا کی کئی تہذیبوں سے مکمل آگاہی ہو چکی تھی اور چونکہ وہ خود بھی کئی ممالک میں گئے تھے اس لیے انھوں نے وہاں کی تہذیب و ثقافت کا بغور جائزہ لیا۔ انھوں نے پرانی تہذیبوں عبرانی، آریائی اور یونانی تہذیب و ثقافت کے بارے میں بھی کتابیں پڑھی تھیں۔ اسی لیے انسانی تہذیب پر انھیں خاصی دسترس حاصل تھی۔'' (۴۳)

جعفر طاہر کو اپنی شاعری اور مطالعۂ ادب پر بڑا فخر تھا۔ ان کا خیال تھا کہ ان کے ہم عصر شاعروں میں سے کسی نے بھی اُن کے جیسی شاعری نہیں کی اور یہ حقیقت بھی ہے کہ وہ ایک وسیع المطالعہ شخص تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک قادرالکلام اور باکمال شاعر تھے۔ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا رقم طراز ہیں:

> ''وہ بڑے ہی وسیع المطالعہ شخص تھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ انھوں نے حافظہ بھی غضب کا پایا تھا۔ انھیں ایک وسیع ذخیرہ الفاظ پر تصرف حاصل تھا اور حسبِ ضرورت وہ خود بھی الفاظ تراش لیتے تھے۔ ذخیرہ الفاظ کی وسعت کے ساتھ ساتھ وہ الفاظ کے مزاج شناس بھی تھے۔'' (۴۴)

دنیائے شعر کا شہنشاہ جعفر طاہر کافی عرصہ سے بیمار تھا۔ پہلے ڈاکٹروں نے ٹی بی بتائی۔ اس کا باقاعدہ علاج کرایا گیا تو صحت یاب ہو گئے بعد میں انھیں دمہ کا مرض لاحق ہو گیا جو کہ ان کے لیے جان لیوا ثابت ہوا اور چناب دیس کا شاعرِ رنگین نوا، جھنگ کا رانجھا ۲۵ مئی ۱۹۷۷ء کو راولپنڈی میں اپنے خالقِ حقیقی سے جاملا۔ ان کی میت کو ٹرک کے ذریعے جھنگ لایا گیا۔ ۲۶ مئی ۱۹۷۷ء کو اس عظیم و منفرد شاعر کو سینکڑوں سوگواروں کی موجودگی میں ان کے آبائی قبرستان جھنگ شہر میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ (۴۵)

جعفر طاہر کو شاید اندازہ ہو گیا تھا کہ اب وہ چند دنوں کے مہمان ہیں۔ ان کے آخری دنوں کے یہ اشعار اس بات کے

غماز ہیں:

تمہارے کمروں میں ہوں گی ہماری تصویریں
یہ کوئی دن میں تہہ خاک صورتیں ہوں گی
سنو کہ پھر نہ سنو گے ہماری آوازیں
ہمارے بعد تو مٹی کی مورتیں ہوں گی(۴۶)

ایک صدی تک جینے کا عزم رکھنے والے جعفر طاہر ابھی زندگی کی ساٹھ منزلیں ہی طے کر پائے تھے کہ فرشتۂ اجل موت کا نقارہ لے کر آن پہنچا اور انھوں نے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

جعفر طاہر کی وفات کے موقع پر ملک کے تمام اخبارات اور رسائل و جرائد نے ان کے احباب اور نامور ادیبوں کے تعزیتی بیانات شایع کیے۔ ان کی وفات کے بعد بھی بعض رسائل و جرائد نے ''جعفر طاہر نمبر'' شایع کیے۔ اس وقت کے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے اپنے تعزیتی خط محررہ ۴ جون ۱۹۷۷ء میں لکھتے ہیں:

''مرحوم کی موت سے عساکرِ پاکستان ایک عظیم رجزیہ شاعر سے محروم ہو گئی لیکن جعفر طاہر کا ولولہ انگیز کلام سپاہیوں کو ہر دور میں دفاع وطن کے لیے نئے جذبے سے ہم کنار کرتا رہے گا۔''(۴۷)

شیر افضل جعفری نے اپنے رنجیدہ جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

ٹہنیاں پھولوں کو ترسیں گی یہاں تیرے بعد
وادیٔ جھنگ سے اُٹھے گا دھواں تیرے بعد
دھندلی دھندلی نظر آئیں گی ، سہانی راتیں
ہچکیاں لے گا ترمون کا سماں تیرے بعد(۴۸)

عبدالعزیز خالد نے ہفت کشور کے مغنی کی وفات پر اپنے دکھ کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے:

اے سراب دشتِ امکان ہوگیا غائب کہاں
ہفت کشور کا مغنی شاعرِ ہفت آسماں
وہ مجید امجد کا ھمدم شیر افضل کا ندیم
آبروئے جھنگ جعفر طاہر شعلہ بیاں(۴۹)

تخلیقات

جعفر طاہر نے اُردو ادب کے سرمائے میں اپنی شاعری سے بیش بہا اضافہ کیا۔ ان کی تصانیف میں ''ہفت کشور''، ''ہفت آسمان''، ''سلسبیل''، ''ستارۂ انقلاب''، ''گردِسحر'' اور ''سجدے'' شامل ہیں۔ اُن کی ۸۷ غزلیات کو راقم نے ''غزلیاتِ جعفر طاہر'' کے نام سے مدوّن کر کے ۲۰۰۸ء میں شائع کروایا ہے۔

''ستارہ انقلاب''، ''ہفت کشور'' اور ''سلسبیل''، تو جعفر طاہر کی زندگی میں ہی زیورِ طباعت سے آراستہ ہو گئی تھیں۔ لیکن

'ہفت آسمان'، 'سجدے' اور 'گردِ سحر' تاحال شائع نہیں ہوسکیں۔ ان تصانیف کا سرسری جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

ستارۂ انقلاب

زمانی ترتیب کے لحاظ سے یہ جعفر طاہر کی پہلی کتاب ہے جو ۱۹۵۹ء میں شایع ہوئی۔ چونسٹھ صفحات پر مشتمل اس کتاب کو ایم آر خان چودھری نے شان پریس کراچی سے چھپوایا۔ یہ کتاب بغیر کسی دیباچے یا پیش لفظ کے ہے۔ جعفر طاہر کی یہ کتاب فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کو معنون کی گئی ہے۔ ایوب خان کے مارشل لا کی تعریف میں، چار کینٹوز پر مشتمل یہ کتاب اچھی شاعری کا نمونہ ہے۔

ہفت کشور

اس تصنیف میں سات ممالک ترکی، مصر، عرب، عراق، ایران، پاکستان، اور الجزائر کے بارے میں سات کینٹور شامل ہیں۔ ہر ملک کی تاریخ، آب و ہوا، تہذیب اور ادب و فن کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔ ساتوں ابواب میں بیانیہ شاعری کے لاجواب ٹکڑے موجود ہیں۔ اگرچہ کچھ تاریخی واقعات ایسے بھی ہیں جو مستند نہیں ہیں۔ ہفت کشور کا دیباچہ یا پیش لفظ نہیں لکھا گیا۔ پہلے صفحے پر'ہفت کشور' مشرقِ خفتہ کا صحیفۂ بیداری تخیل و تمثیل کا ارژنگ، لکھا ہوا ہے۔ یہ کتاب جعفر طاہر نے ''قدرت اللہ شہاب'' کے نام کی ہے۔ یہ ۳۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب پاکستان رائٹرز گلڈ کے توسط سے جولائی ۱۹۶۲ء میں کراچی سے شائع ہوئی اور آدم جی ادبی انعام کی مستحق قرار پائی۔

سلسبیل

یہ قصیدوں، نعتیہ غزلوں، نوحوں اور سلاموں کا مجموعہ ہے۔ یہ ۱۹۷۳ء میں قصبہ بھٹہ واھن ضلع رحیم یار خان سے شائع ہوا۔ جعفر طاہر نے اس کا انتساب ''عالی مرتبت سردار غلام نبی خان صاحب، رئیس اعظم سرپرستِ اعلیٰ ممتاز اکیڈمی'' رجسٹرڈ بھٹہ واھن کے نام کیا ہے۔ ممتاز علی خان حیدر نے اس کا پیش لفظ ''جرعہ ہا'' کے نام سے لکھا ہے۔ اس میں ۲۱ قصائد، ۸ نعتیہ غزلیں، ۷ نوحے اور ۶ سلام شامل ہیں۔ یہ قصائد آنخضرتﷺ کے خاندان کی برگزیدہ شخصیات کی مدح ہیں۔ یہ ۲۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ان کا سب سے اہم مطبوعہ مجموعہ ہے۔

ہفت آسمان

'ہفت کشور' کی طرز کا یہ مجموعہ تاحال منظرِ عام پر نہیں آسکا۔ اس میں لیبیا، پاکستان، افغانستان، کشمیر، ہندوستان اور چین کی تاریخ، آب وہوا، ادب و فن اور تہذیب کو بیان کیا گیا ہے۔

گردِ سحر

یہ مجموعہ غزلیات بھی ابھی تک شائع نہیں ہوسکا۔ اس میں ۸۳ غزلیات ہیں جن میں سے زیادہ تر مختلف ادبی رسائل میں چھپ چکی ہیں۔ غزلیات کے علاوہ ایک نوحہ جنگی قیدیوں کا، دو پنجابی نظمیں ''ورھیاں پچھوں'' اور ''چھوٹے چھوٹے پکھیاں دی صلاح'' چھ اردو نظمیں بعنوان ''واپسی''، ''ایک قلم''، ''بحضورِ اقبال''، ''جھولا''، ''گمنام سپاہی'' اور ''آئینِ پاکستان'' ہیں۔

ایک فارسی نظم بعنوان ''سخنوران کہ ازیں'' بھی ہے۔ یہ ۱۱۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

سجدے

اس میں قصائد، سلام اور نعتیں شامل ہیں۔ یہ مجموعہ ابھی تک شائع نہیں ہوا۔ اس میں ایک نعت، دو سلام اور نو قصائد ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ انور سدید، ڈاکٹر، خاکہ: سید جعفر طاہر، مشمولہ: سب رس، یادِ رفتگاں نمبر، حصہ دوم، کراچی: مارچ، اپریل ۱۹۸۲ء، ص:۲۲

۲۔ جعفر طاہر، تعارف، مشمولہ: نیرنگِ خیال، غزل نمبر، دسمبر ۱۹۷۰ء، ص:۲۲۲

۳۔ پروین اختر، جعفر طاہر ــــ احوال و آثار، مقالہ برائے ایم۔اے اُردو، لاہور: مخزونہ شعبۂ اُردو، پنجاب یونیورسٹی، ص:۸

۴۔ ایضاً، ص:۴

۵۔ ایضاً، ص:۵

۶۔ ایضاً، ص:۵

۷۔ شیر افضل جعفری، فرعون الشعرا، مشمولہ: گہراب، ساہیوال: ستمبر ۱۹۸۶ء، ص:۱۶

۸۔ صفدر سلیم سیال سے ۱۲ ستمبر ۲۰۰۷ کو گورنمنٹ کالج جھنگ میں کی گئی ملاقات بحوالہ سلیم تقی شاہ ''غزلیاتِ جعفر طاہر'' مثال پبلشرز، فیصل آباد، ۲۰۰۸ء، ص:۱۲

۹۔ سلیم تقی شاہ، غزلیاتِ جعفر طاہر، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۰۸ء، ص:۲۱

۱۰۔ پروین اختر، جعفر طاہر ــــ احوال و آثار، مقالہ برائے ایم۔اے اُردو، ص:۶

۱۱۔ ایضاً، ص:۷

۱۲۔ سلیم تقی شاہ، غزلیاتِ جعفر طاہر، ص۱۲

۱۳۔ ظفر علی خان سیال، جھنگ کے اُردو شعر، مقالہ برائے ایم۔اے اُردو، لاہور: مخزونہ شعبۂ اُردو، اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۵ء، ص:۶۲

۱۴۔ شیر افضل جعفری، فرعونِ الشعرا، مشمولہ: گہراب، ص:۱۷

۱۵۔ محمد زکریا، خواجہ، ڈاکٹر، چند اہم جدید شاعر، لاہور: سنگت پبلشرز، ۲۰۰۳ء، ص:۲۷

۱۶۔ سلیم تقی شاہ، غزلیاتِ جعفر طاہر، ص:۲۲

۱۷۔ پروین اختر، جعفر طاہر ــــ احوال و آثار، مقالہ برائے ایم۔اے اُردو، ص:۱۶

۱۸۔ محمد حیات خان سیال، جعفر طاہر ــــ ایک تعارف، مشمولہ: مجلّہ کارواں، جھنگ: گورنمنٹ کالج، ۷۴۔۱۹۷۳ء، ص:۴۷

۱۹۔ شمیم حیات سیال، یادگارِ جعفر طاہر، جھنگ: حلقہ اربابِ غالب، ۱۹۸۱ء، ص:۶

۲۰۔ محمد حیات خان سیال، جعفر طاہر ــــ ایک تعارف، مشمولہ: مجلّہ کارواں، ص:۴۷

۲۱۔ پروین اختر، جعفر طاہر ــــ احوال و آثار، مقالہ برائے ایم۔اے اُردو، ص:۱۸

۲۲۔ سلیم تقی شاہ، غزلیاتِ جعفر طاہر، ص:۲۲

۲۳۔ پروین اختر، جعفر طاہر ــــ احوال و آثار، مقالہ برائے ایم۔اے اُردو، ص:۱۶

۲۴۔ ایضاً، ص:۲۰

۲۵۔ ایضاً، ص:۲۵

۲۶۔ شفیع ہمدم، کیپٹن جعفر طاہر، مشمولہ: شاعر نہیں ساحر تھا وہ، مرتب: منظور سیال، ملتان: ۲۰۰۵ء، ص:۸۳

۲۷۔ جعفر طاہر، نیرنگِ خیال، غزل نمبر، شمارہ نمبر ۵۲۹، ۵۳۰، نومبر ۱۹۷۰ء، ص:۲۲۲

۲۸۔ سلیم تقی شاہ، غزلیاتِ جعفر طاہر، ص:۸۷

۲۹۔ انتظار حسین، باتیں اور ملاقاتیں، مشمولہ: مشرق، روزنامہ، ادبی صفحہ، لاہور: ۲۹ مئی ۱۹۷۷ء، ص:۲

۳۰۔ پروین اختر، جعفر طاہر ــــ احوال و آثار، مقالہ برائے ایم۔اے اُردو، ص:۵۳

۳۱۔ سلیم تقی شاہ، غزلیاتِ جعفر طاہر، ص:۵۳

۳۲۔ جعفر طاہر، ہفت کشور، ص:

۳۳۔ پروین اختر، جعفر طاہر ــــ احوال و آثار، مقالہ برائے ایم۔اے اُردو، ص:۱۳

۳۴۔ ایضاً، ص:۱۳

۳۵۔ ایضاً، ص:۱۳

۳۶۔ غضنفر مہدی، وادیٔ چناب کی عظیم شخصیت و شاعر جعفر طاہر، مشمولہ: مساوات، روزنامہ، ۲۵ جولائی ۱۹۷۷ء

۳۷۔ محمد حیات خان سیال، جعفر طاہر ــــ ایک تعارف، مشمولہ: مجلّہ کارواں، ص:۴۷

۳۸۔ ایضاً

۳۹۔ انور سدید، ڈاکٹر، خاکہ: سید جعفر طاہر، مشمولہ: سب رس، یادِ رفتگاں نمبر، حصہ دوم، ص:۲۲

۴۰۔ احمد ندیم قاسمی، جعفر طاہر، مشمولہ: شاعر نہیں ساحر تھا وہ، مرتب: منظور سیال، ص:۲۴

۴۱۔ سلیم تقی شاہ، غزلیاتِ جعفر طاہر، ص:۲۵

۴۲۔ محمد حیات خان، سیال، جعفر طاہر کی یاد میں، مشمولہ: امروز، روزنامہ، ۱۳ ستمبر ۱۹۷۸ء، ص:۳

۴۳۔ پروین اختر، جعفر طاہر ــــ احوال و آثار، مقالہ برائے ایم۔اے اُردو، ص:۶۰۔۵۹

۴۴۔ محمد زکریا، خواجہ، ڈاکٹر، چند اہم جدید شاعر، ص:۴۷

۴۵۔ سلیم تقی شاہ، غزلیاتِ جعفر طاہر، ص:۳۵

۴۶۔ پروین اختر، جعفر طاہر ــــ احوال و آثار، مقالہ برائے ایم۔اے اُردو، ص:۲۹

۴۷۔ ایضاً، ص:۳۳

۴۸۔ شیر افضل جعفری، شراب کہنہ، نذر جعفر طاہر، مشمولہ: نوائے وقت، روزنامہ، ۵ جون ۱۹۷۷ء

۴۹۔ عبدالعزیز خالد، ہفت کشور کا مغنی، مشمولہ: مشرق، روزنامہ، لاہور: ۲۷ مئی ۱۹۷۷ء، ص:۲